نہیں۔ پھر انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جو یہ بات منسوب کی ہے کہ وہ حضورؐ کی سنت کی پیروی تو کرتے تھے مگر اُن کے خاص فیصلوں کی پابندی نہیں کرتے تھے (ص۱۲۱) یہ بھی غلط ہے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جو تین چار واقعات ایسے ملتے ہیں، محدثین اور علماء نے اُن پر سیر حاصل بحث کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ ان میں سے کوئی فیصلہ بھی سنت کے خلاف نہ تھا۔

ص۱۳۳ پر انہوں نے ائمہ پر سنت سے انحراف کا جو الزام عائد کیا ہے وہ حد درجہ افسوسناک ہے۔ مصنف کے الفاظ ذرا ملاحظہ ہوں:

"حدیث کو رد تو نہ کیا جاتا تھا مگر اسے صحیح معنوں میں نافذ بھی نہ کیا جاتا۔ جہاں حالات کا اقتضا سنت کو نظر انداز کرنے کا ہوتا تو فقہاء بلا تامل ایسا کر دیتے"۔

فقہاء پر یہ ایک ایسا سنگین الزام ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ ائمہ اور فقہاء تو بات کرنے سے پہلے یہ کہہ دیتے تھے کہ ہمارا وہی قول قابلِ قبول ہے جس کی تائید قرآن و سنت سے ہوتی ہو۔ معلوم نہیں فاضل مصنف نے ائمہ کے بارے میں حدیث سے بے نیازی کا یہ طرزِ عمل کہاں سے اخذ کیا ہے۔ مثلاً امام مالکؒ یہ کہا کرتے تھے: "مَیں انسان ہوں۔ مجھ سے خطا ہو سکتی ہے، سو میری بات کو قرآن و سنت سے پرکھ لیا کرو"۔ اسی طرح امام شافعیؒ کا یہ قول بھی مشہور ہے: "جب تمہارے پاس کوئی ایسی حدیث پہنچے جو میرے قول سے متصادم ہو تو میرے قول کو اٹھا کر دیوار کے ساتھ پھینک دو۔ اس سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ و فقہاء نے بھی حدیثِ رسولؐ کے معاملے میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

کتاب کا معیارِ طباعت خاصا اونچا ہے۔

دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر: تالیف: پروفیسر محمد اسلم صاحب شعبۂ تاریخ، جامعہ پنجاب، لاہور۔ شائع کردہ: ندوۃ المصنفین، سمن آباد۔ لاہور۔ قیمت ساڑھے سات روپے۔ صفحات ۲۵۶۔

مجدد الف ثانیؒ کے تجدیدی کارنامے کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اکبر کی دینی سرگرمیوں

کو ٹھیک طرح سے سمجھا جائے۔ کیونکہ یہ سرگرمیاں مجدد صاحب کی تحریک کے لیے پس منظر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پروفیسر محمد اسلم صاحب نے اپنی اس قابلِ قدر تصنیف میں اس پس منظر کو صحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں فاضل مصنف نے اس بڑی غلط فہمی کا ازالہ بھی کیا ہے کہ اکبر کا دینِ الٰہی مختلف مذاہب کے اچھے عقائد اور اعمال کا محض ایک ملغوبہ تھا جس کی غرض صرف یہ تھی کہ ہندوستان میں آباد ہونے والی مختلف قوموں کے درمیان کسی پائیدار اتحاد کی راہ ہموار کی جاسکے۔ اس کتاب کے مطالعے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اکبر نے اسلام کو بالکل تیاگ کر کفر کی راہ اختیار کر لی تھی۔ اس کے فکر و عمل میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جس سے اس کی اسلام سے کوئی معمولی مناسبت بھی ظاہر ہوتی ہو۔ کتاب کے آخر میں پروفیسر صاحب نے "اکبر نے کیا کھویا" کے عنوان سے جو مواد فراہم کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اکبر دین کا سخت دشمن تھا۔ جس شخص کو نماز روزے، حج اور زکوٰۃ سے چڑ ہو اور محمدؐ جیسے مقدس نام سے عداوت رکھتا ہو، اس کے بارے میں آخر یہ کس طرح تصور کیا جاسکتا ہے کہ اُسے اسلام سے کوئی معمولی تعلق بھی ہے۔ اکبر کا دور در حقیقت ہندوستان میں ظلمت کا دَور تھا جس میں ایک مطلق العنان حکومت کے پورے ذرائع اور وسائل اسلام کو اس سرزمین سے ختم کرنے اور کفر و الحاد کو غالب کرنے کے لیے صرف ہوئے۔ خداوند تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا اور اس نے بادشاہ اور اس کے ساتھیوں کے سارے مذموم عزائم دینوی اعتبار سے بالکل ایک بے سروسامان، مردِ حق آگاہ کی کوشش سے خاک میں ملا دیئے۔ مجدد علیہ الرحمۃ کی سعی و جہد کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر برکت عطا کی کہ دھارے کا رُخ بدل گیا۔ ہم جب ہندوستان کی تاریخ اور خاص طور پر عہدِ مغلیہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں دینی رجحانات کے اندر گہرے تغیرات کے دو واضح رجحانات ملتے ہیں۔ بابر سے لیکر اکبر تک دینی اعتبار سے مسلسل انحطاط کا دور رہا ہے۔ یعنی انحطاط کا جو رجحان بابر سے شروع ہوا وہ اکبر کے دَور میں اپنی انتہا تک پہنچ گیا۔ مگر اس کے بعد پھر عروج کا آغاز ہوا اور ہر آنے والا حکمران دینی احساسات کے معاملے میں پہلے سے بہتر ثابت ہوا۔ اس تغیر کی بنیادی وجہ مجدد الف ثانی کی جدوجہد تھی۔

کتاب کے آغاز میں فاضل مصنف نے ماخذ پر جو بحث کی ہے وہ کافی عمدہ ہے اور خاص طور پر